پیغمبران کی دعوتوں سے روشنیاں

علیہم السلام

(عربی میں ‘إضاءات من دعوات المرسلین‘)

جلد اول

از

سید احمد الحسن

وصی و پیامبر امام مہدی علیہ السلام

پہلی اشاعت

2010 AD / 1431 AH

آپ اس ویبسائٹ سے سید احمد الحسن ع کی دعوت سے متعلق مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں:

www.almahdyoon.org

فہرست

فہرست 2

انتساب 3

دعوتِ نوح علیہ السلام سے روشنیاں 4

نوح علیہ السلام کا با قوم بحث سے روشنیاں 7

دعوتِ ابراھیم علیہ السلام سے روشنی 9

دعوتِ ابراھیم و نوح علیھما السلام سے روشنی 11

دعوتِ موسی علیہ السلام سے روشنیاں 12

حضرت موسی علیہ السلام کی دعوت دین کے چند قابل غور نکات 14

دعوتِ عیسی علیہ السلام سے روشنیاں 16

دعوتِ محمد ﷺ سے روشنیاں 19

مخففات 23

انتساب

ان سب کے نام جنہوں نے مجھے سکھایا کہ سچائی کا ساتھ کیسے دینا ہے اور کیسے تنقید کا سامنا کرنا ہے اور کیسے کبھی اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھنا۔

ان سب کے نام جنہوں نے مجھے دنیا کی بے بظاعتی کے بارے میں سکھایا اور اس کے عارضی ہونے کے بارے میں بتایا۔

ان سب کے نام کہ جن کے قدم مبارک جس سرزمین مقدس کو چھوئے اس پر مجھے بھی قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۔ الله تعالی سادت انبیا اور پیغمبروں کے نام پر

احمد الحسن

صفر 1425 هجری 26

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے ۔ اللہ کی رحمت ہو حضرت محمد ﷺ پر
اور ان آل پر اور ان کی اولاد پر، اماموں پر اور مہدیوں پر۔

دعوتِ نوح علیہ السلام سے روشنیاں

نوح علیہ السلام سب سے پہلے الولعزم نبی ہیں جو بھیجے گئے تھے ۔ انہوں نے اپنی قوم کو بہت نرمی اور اچھی نصیحت سے تبلیغ کی یہاں تک کہ کہ نوح علیہ السلام کی دعوت میں دھمکی دینا بھی اس طرح انہوں [1](میں تو صرف تم لوگوں کوواضع انتباہ کرنے والا ہوں) اسی زمرے میں ڈالا جاتا تھا نے اپنی قوم سے دھمکی دینے میں بھی بھی سختی نہیں فرمائی اگرچہ وہ غا صب اور سرکش تھے۔
اے نوح اگر تم باز نہیں آؤ گے تم تو تم یقیناً ان میں سے ہو گے جن کو سنگسار کیا) وہ کہنے لگے
[2](جاتا ہے

بات آپ کو عجیب کیا یہ) اور آپ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ سورہ اعراف میں اس طرح بیان ہے جو تم لوگوں میں لگی کہ آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے یاد دہانی آئی ایک ایسے بندے پر سے ہے تاکہ تم لوگوں کو انتباہ کرے اور تم لوگ اللہ سے ڈرو شاید کہ اس طرح تم پر رحم کیا جائے[3](

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم میں بھیجا جس نے کہا کہ) اور یہ بھی ارشاد فرمایا علیہ السلام نے میں تم لوگوں کو واضع انتباہ کرنے والا ہوں تا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو درحقیقت [4]) مجھے تم لوگوں کے لیے ایک تکلیف دہ دن کے عذاب کا ڈر ہے

انہوں نے کہا "اے قوم کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر میں اپنے اللہ کی طرف سے) اور یہ بھی فرمایا گیا واضع ثبوت لے کر آؤں کیونکہ وہ انتہائی رحم کرنے والا ہے تو تم لوگ اسقدر بے بصیرت ہو کہ اس (کو نہیں دیکھ سکو گے۔ کیا ہم اس چیز کو تم پر مسلط کردیں جبکہ وہ تمھیں ناپسند ہو)[5]؟

لہذا یہ ڈرانا ایک مرتبہ رحمت کے ساتھ تھا اور ایک مرتبہ ان پر عذاب کے ڈر سے اور نوح علیہ السلام کی طرف سے یہ نرمی یا تو تقیہ کے لیے تھی اور ایمان نہ لانے والوں سے شدید ٹکراؤ ہو

---

[1] الشعراء: 115

[2] الشعراء: 116

[3] الاعراف: 63

[4] هود: 25-26

[5] هود: 28

جانے سے بچنے کے لیے تھی اور اس ٹکراؤ سے جو نقصان اہل ایمان کو ہوتا اس سے بچنے کے لیے تھی یا یہ ان کے دلوں کو نرم کرنے اور دلوں کو جیتنے کے لیے تھی، اور درآخر اس چاہت سے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور یہ آخری نقطہ نظر تقیہ سے زیادہ قابل فہم ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھیں معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ باقی لوگ ایمان نہیں لائیں گے تووہ ان لوگوں کے ساتھ سخت دل ہو گئے ان کی بے عزتی کی اور ان کو دھمکیاں دیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں (اور حضرت نوح کو یہ وحی کیا گیا کہ جو لوگ آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اور لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو اس بات سے پریشان نہ ہوں کہ یہ لوگ کیا کرتے رہے ہیں اور اللہ کے حکم سے ایک کشتی بنائیں اور مجھ سے ان لوگوں کی سفارش نہ کریں جنہوں نے حق کو ماننے سے انکار کیا کیونکہ یہ لوگ غرق ہونے والے ہیں۔ اوروہ جب کشتی بنا رہے تھے تو جب ان کی قوم میں سے ایک گروہ گزرتا تو ان کی بے عزتی کرتا، اور (نوح)کہتے”اگر تم لوگ ہماری بے عزتی کرو گے تو ہم تمہاری بے عزتی کریں گے جیسے تم کرتے ہو، پس عنقریب جان جاؤ گے کس کو ذلیل کرنے والا عذاب آئے گا اور اس پر ایک ٹھہرنے والا عذاب اترے گا“)[6] ۔

صبر و تحمل: انہوں نے فرمایا (اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات سمجھایا ۔ پھر میں نے اپنی قوم کو کھلم کھلا سمجھایا اور مزید یہ کہ میں نے ان کو اجتماعی دعوت دی اور ان کو علیحدگی میں بھی سمجھایا)[7] ۔

جوکوئی بھی امید رکھتا ہے کہ لوگوں کو دعوت حق دینے سے وہ ایمان لے آئیں گے اسے صبر و تحمل سے کام لینا پڑتا ہے ۔ کیونکہ کہ کئی لوگ جن کو آپ حق کی دعوت دیں گے تو وہ شروع میں یقین کرنے کی بجائے آپ سے درشتگی اور سختی سے پیش آئیں گے تاہم جیسے جیسے وقت گزرے گا وہ اللہ کی مدد سے حق پر ایمان لے آئیں گے اور شاید مخلص ایمان والے بن جائیں گے۔

اللہ سے پناہ طلب کرنا اس کو اپنا وکیل بنانا اور اسی کے انتظام اور تدبیروں پر بھروسہ کرنا اور سب سے بڑھ کر اللہ سے ان لوگوں کے ایمان لانے کی درخواست کرنا جنہوں نے حق کو مسترد کردیا ہو۔ (اے رب "میں مغلوب ہو چکا ہوں لہذا تو مجھے فتح عطا فرما“)[8] ۔

ایمان لانے والوں پر رحم کرنا، ان کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا اور حق پر ایمان لانے سے پہلے کا ان کا ماضی نظر انداز کرنا اس بات سے قطع نظر کہ ان کا ماضی کیسا تھا اور مزید یہ کہ اس مختصر جماعت کا دفاع کرنا اور ان پر فخر کرنا (وہ کہتے کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں جیسے معاشرے کے پسماندہ ترین لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں) ۔

انہوں نے فرمایا " مجھے کیا خبر کہ یہ جو کچھ کیا کرتے تھے ان کا ایمان صرف میرے خدا پر ہے۔ اگر تم سمجھو (اور میں وہ نہیں کہ اہل ایمان کو اپنے سے دور کر دوں میں تو واضع ڈرانے والا ہوں)[9]۔

---

[6] هود: 26-29

[7] نوح: 5-9

[8] القمر: 15

سیلاب سے بچنا بہت مشکل کام تھا اور اس مقصد کے لیے کشتی کی تعمیر ، لوگوں اور جانوروں کے لیے خوراک اور مناسب اوزاروں کی فراہمی اور ان کی بڑی تعداد ایک ایسا کام تھا جس کوآسان نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ انتہائی مشکل کام تھا اور جس نے یہ کام کرنا تھا اس کے لیے کئی مشکلات تھیں خاص طور پر کہ جب اس کی قوم نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ رکھاہو اس طرح یہ عظیم کام کرنے کے لیے ان کے پاس بہت کم سہولیات تھیں ۔ ہم اس چیز سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کا صبر کس حد تک تھا اور یہ بھی کہ ان کواللہ پر عظیم بھروسہ تھا جو ایک ہے اور سب کو دبا سکتا ہے اور یہ بھی کہ نوح علیہ السلام پر اللہ کا کتنا کرم و فضل تھا کیونکہ انہوں نے تقریباً خالی ہاتھوں سے کام کیا سوائے اللہ کی رحمت کے کوئی امداد نہ تھی اور انھوں نے اس قوم میں کام کرنا تھا جو سوائے ان کا مذاق اڑانے، توہین کرنے اور تکلیف پہنچانے کے علاوہ کچھ نہ جانتی تھی۔

یقین محکم اور اس یقین محکم سے میری مراد اللہ رب العالمین یا حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر یقین نہیں بلکہ وہ یقین ہے جو آپ کوان کو کافروں کے خلاف فتح پر تھا اور اللہ پاک کے ان کی زندگیوں کا مالک ہونے پر تھا ۔ اس یقین نے نوح علیہ السلام کو پرعزم بنا دیا۔ آفاقی پیغام پہنچانا اور تکالیف پر صبر کرنا، اور اپنی توہین پر بدل نہ ہونا بجائے اس کے آپ نے ان کی توہین کردی۔
کیونکہ اللہ نے یہ فرما دیا (اور ہمارا پیغام تو پہلے ہی ہمارے بندے کے پاس پہچ چکا ہے اور درحقیقت یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اور درحقیقت ہماری ہی فوج غالب آ کر رہے گی)[10]۔

خلاصہ مضمون

دعوت حق کی طرف نرمی، شفقت اور محبت سے بلانا اور پھر ان لوگوں کا رحم دلی سے خیال رکھنا جو ایمان لائے اور ان لوگوں کے رویے پر صبر کرنا جو شروع میں ایمان نہیں لائے اور یہ امید رکھنا کہ شاید کبھی یہ ایمان لے آئیں اور دن رات خفیہ اور اعلانیہ کام کرنا اور بغیر کسی تھکن کے اور اس قسم کی صورتحال [11](اورمزید حاصل کرنے کے لیے احسان نہیں لیتے) حق کا پیغام پہنچانا میں اللہ پر یقین ہونا کہ کامیابی ہو گی اللہ پر بھروسہ رکھنا اللہ سے پناہ طلب کرنا اور صدق دل سے اللہ پر ایمان ہونا مطلب کہ اس آیت مبارکہ کا عملی نمونہ بن جانا۔ (اللہ کےسوا کوئی طاقت نہیں)۔

****

---

[9] الشعراء: 111-115

[10] الصافات: 171-173

[11] المدثر: 6

سے روشنیاں نوح علیہ السلام کا با قوم بحث

(کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تہ در تہ سات آسمان پیدا فرمائے)[12]

حضرت نوح علیہ السلام بھی دوسرے تمام پیغمبروں کی طرح ہی ہیں کہ جن کو زمین پر نظریاتی ، قانونی ، اخلاقی ، سماجی، سیاسی اورمعاشی بگاڑ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔ ان کے دلائل سادہ اور کسی پیچیدگی کے بغیر تھے ۔ یہ ایسے دلائل ہیں کہ زیادہ غور و فکر اور تجزیہ کیے بغیر ہی سمجھ آجا تا ہے کہ یہی حق ہے۔ مگر جب ایسے دلائل ان لوگوں کے سامنے رکھے جاتے ہیں جنہوں نے اللہ کی دی گئی فطرت سے بغاوت کی ہے اور اپنی فطرت کو اللہ سے ہٹ کر کسی دوسرے سے رنگ دیدیا، تو انتہائی پیچیدگی اور ابہام میں پہنچ جاتے ہیں کیونکہ یہ دلائل ان لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں جو دل تو رکھتے ہیں مگر اس دل سے سمحھتے نہیں ۔ کان تو رکھتے ہیں مگر اپنے کانوں سے سنتے نہیں ۔

قوم کے اعتراضات

اس کی قوم کے ایمان نہ لانے والے مشہور لوگوں نے کہا "ہم) تم تو ہماری طرح کے انسان ہو ۔ ("توتمھیں اپنے جیسا انسان ہی پاتے ہیں

اور ہم دیکھتے ہیں کہ صرف) عام لوگ اور ذاتی رائے نہ رکھنے والے لوگ تمہارے پیرو کار ہیں بات پر ایمان لائے جو ہم میں سے کم ترین ہیں اور جن کی ذاتی رائے بہت کمزور تمہاری وہی لوگ ہے)۔

پر i ہم نہیں سمجھتے کہ تمھیں ہم) ہم سمجھتے ہیں کہ تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں جھوٹے ہو کوئی برتری حاصل ہے بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو)[13]۔

اور یہ تمام اعتراضات پیغامِ حق کی حقیقت سے کوسوں دور ہیں اور اس بات سے بھی جو بحث پس یہ تمام فرضی اور غلط فہمی پر مبنی باتیں ہیں بلکہ یہ ایسے کمزور کیلئے پیش کی گئی تھی متکبرنفوس کو تسلی دیا کر تے تھے۔ اور اس دور کے علماء ان اعتراضات ہیں جن سے وہ اپنے اعتراضات سے دینی معاملات سے بے بہرہ عوام کی دینی اہمیت کم کرتے تھے ، اور ان کے ساتھ کہا ان میں) ۔ ساتھ ان علما کے پیروکار اور تقلید کرنے والے جن پر جہالت اور اندھا پن غالب تھا) اور مشہورتو وہی ہوتے ہیں جو مذہبی اور دنیوی اختیار رکھتے ہیں۔ (سے مشہور لوگوں نے

---

[12] الصافات: 171-173

[13] هود: 27

نہ صرف گمراہی میں بلکہ ان کے مطابق واضح [14](کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں درحقیقت ہم تمھیں اور کھلی گمراہی میں!! -

چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس لیے مبعوث کیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کے لیے معاشرتی برابری کے لیے تفریق ختم کریں انصاف ، رحم، اور نیکی کا درس دیں اور یہ باتیں بلائیں، یہ ان کی مذہبی اور دنیاوی - ان لوگوں کے عوام کو بھٹکانے کے شیطانی مقاصد میں رکاوٹ تھیں اجارہ داری کے خلاف تھی جس کی وجہ سے انہیں آسائش ، طاقت ، اور مصنوعی عزت حا صل تھی -

لہذا حضرت نوح علیہ السلام کے دعوی کو پرکھنے کی ضرورت نہیں تھی - چونکہ مشاہیر نے کہ دیا گمراہی اور واضح تھا (اور خاص طور پر مذہبی راہنماؤں نے) کہ حضرت نوح علیہ السلام کھلی اور بھٹکے ہوئے کہنے لگے: بے شک نوح کھلی میں ہیں، یہاں تک کہ اندھی پیروی کرنے والے اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری نشانیوں کوجھٹلایا - درحقیقت) گمراہی میں ہے۔ وہ اندھے لوگ تھے)[15]۔

* * * * * * * * * * * * * * * * * *

---

[14] الاعراف: 60

[15] الاعراف: 64

دعوتِ ابراھیم علیہ السلام سے روشنی

1- سختی اور شدت والے مقابلے میں ہر گز نرمی نہیں ہوتی، تو جب ابراھیم اپنی قوم سے مخاطب ہوتے تو کہتے (۔۔۔ یہ سب بت کیا ہیں جن کے سامنے آپ رات گذارتے ہیں؟ انہوں نے کہا 'ہم نے اپنے آباء و اجداد کو بھی ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا'۔ کہا ابراھیم نے 'آپ اور آپ کے آباء و اجداد توکھلی گمراہی میں تھے'۔۔۔ 'اور اللہ کی قسم جب آپ جا چکے گے میں آپ کے بتوں کے ساتھ چال چلاؤں گا')[16]، یہاں ایک عجیب طریقے سے مقابلے کی صورت بدل گئی تھی: پہلے جھگڑا اور زبانی بحث چلتی رہی، اس کے بعد بہت جلد ہی لڑائی جھگڑا شروع ہوا اور اسلحہ استعمال ہونے لگے اور وہ بھی کلہاڑی: (تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیے، سوائے سب سے بڑا، کہ شاید وہ لوٹ آئیں)[17]، اور تمام گمراہ علماء اور ان کے اندھے پیروکار اور طاغوتیوں کے غلاموں کے درمیان ابراھیم ایک تنہا مومن تھے، پس قوم انہیں لے آئے اور نہ ان کی بات مانی اور نہ ہی ان سے نرمی کا برتاؤ کیا، بلکہ سنگ دلی اور سختی دکھائی، اور ان سے پوچھنے لگے:(کیا تم نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا، اے ابراھیم؟)[18]، تو انہوں نے طنز اور مذاق اڑانے کے طریقے سے جواب دیا: ('بلکہ ان کے بڑے نے یہ سب کیا، اس سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہیں)[19]

ان سے پوچھو اے اندھو، آپ لوگ جنہوں نے اپنی اصلی فطرتوں کو جس پر اللہ پاک نے پیدا کیا تھا (گمراہی میں) ملوث کیا، ان سے پوچھو اے وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے رنگ کے علاوہ کسی اور کا رنگ چڑھایا، ان سے پوچھو اے وہ لوگ جنہوں نے جھگڑے سے اور نادانی سے بھرے ہوئے علم کو لے کر اپنی سچائی بیان کرنے کی کوشش کی، ان سے پوچھو اے عقل کے اندھو؟! ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سوائے: (آپ کو پتہ ہے کہ یہ گفتگو نہیں کرسکتے)[20] تو اس عظیم الشان نبی نے اس ملعون اور عقل کی اندھی قوم کو مخاطب کرکے جواب دیا: (کہا 'کیا پھر آپ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجھتے ہو جو آپ کو نہ نفع اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اف ہو آپ پر اور اس چیز پر جسے آپ اللہ کے سوا پوجھتے ہو)[21] (کہا 'کیا آپ نے غور کیا اس پر جسے آپ پوجھتے

---

[16] الانبیاء 52-57

[17] الانبیاء 58

[18] الانبیاء 62

[19] الانبیاء 63

[20] الانبیاء 65

[21] الانبیاء 66 - 67

ہو، آپ بھی اور آپ کے پہلے آباء و اجداد بھی، پس تمام جہانوں کے رب کے سوا وہ سب کے سب میرے دشمن ہیں)[22]

در آخر ابراھیم علیہ السلام کے لیے ان کے پاس جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ ان کے اندر آگ بھڑک اٹھے جو پھر ان کے منہوں سے نمودار ہوی، (کہا انہوں نے 'اسے جلاؤ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو، اگر آپ کچھ کرنے والے ہیں تو)[23] اور یہاں رحمت الہی آگے بڑھ کے اس مومن کو ڈھانپ دیا تھا جس نے اللہ کے خاطر غصہ دکھایا تھا: (ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراھیم کیلیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جاؤ۔ اور انہوں نے ان کے ساتھ چلاکی لگانے کی کوشش کی، پس ہم نے ان کو انتہائی خسارے میں ڈالدیا، اور ہم نے ان کو بچا لیا۔۔۔، اور ہم نے انہیں ایسے ائمہ بنادیے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے)[24]

2۔ ابراھیم علیہ السلام کی دعوت کسی وقت رکی نہیں بلکہ ایک تیز مقابلہ تھا جس میں واقعات انتہائی تیزی سے بڑھتے گئے

3۔ ھدف کو معین کرنے اور ایک ایسا وار مارنے جس سے باطل کی کمر ٹوٹ جاۓ، ایک ایسے سختی اور تیزی سے باطل کے ساتھ ٹکرائے کہ مادیت کے پیمانوں سے اور باطل کے اھلکاروں کے پاس دنیاوی اور دینی اقتدار جن سے لوگوں کو نیچے لگاتے ہیں ان تمام باتوں سے روگردانی کرے-

خلاصہ:

ابراھیم علیہ السلام کی دعوت میں سب سے اہم باتیں یہ تھیں: سختی- تیزی سے اعلانیہ مقابلہ - ظاہر ہے کہ اس مقابلے سے پہلے ڈھکا چھپا مقابلہ چلتا رہا، جس کے سبب لوط علیہ السلام ابراھیم کی دعوت پر ایمان لائے -

****

---

[22] الشعراء 75 -77

[23] الانبیاء 68

[24] الانبیا ء 69 - 73

دعوتِ ابراھیم و نوح علیھما السلام سے روشنی

قرآن پاک نے حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ کسی معجزے کے ذریعہ اپنی سچائی ثابت کردی تھی کیونکہ معجزہ دعوت کی حمایت میں دیا جاتا ہے نہ کہ دعوت کو ثابت کرنے کے لیے۔ اس طرح ان علیہم السلام کی دعوت، فطرت کی طرف لوٹ آنے کی دعوت ہے۔ اور فطرت خداوندی جس کو ثبوت کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ وہ فطرت ہے جس پر اللہ پاک نے انسانوں کو تخلیق فرما یا اور یہی سچائی ہے۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا اسی کی تعریف کرنا اسی سے مدد مانگنا اوران اعلی ترین اخلاق کا مظاھرہ کرنا جو کہ انسان کی سرشت میں ہیں ۔ یہ (فطرت) اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر رنگ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ ایک پتنگا روشنی کی طرف لپکتا ہے مگر جب ایک مرتبہ پتنگے کی بصارت متاثر ہو جاتی ہے تو وہ تاریکی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ انسانوں پر بھی یہی قانون لاگو ہوتا ہے۔ اللہ کے پیغبروجود باری تعالی کے ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہیں اور انسانوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا تاریکی کا پردہ اٹھاتے ہیں پھر وہ فیصلہ انسان پر چھوڑ دیتے ہیں کہ آنکھیں کھولے اور حق کی طرف جائے یا اپنی آنکھیں بند رکھے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور)اور جہالت میں رہے اور جہالت جو تہ در تہ جہالت ہے۔ [25](اپنے آپ کو چادر سے ڈھانک لیتے ہیں اور ایک شدید غرور کے ساتھ اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں ۔

پیغمبران علیہم السلام کے برحق ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ان کی با برکت سیرت اور انکے اعلی جو الفاظ کسی کے دل میں ہوتے ہیں وہ ہمیشہ زبان پر آتے ہیں۔ ترین اخلاق ہیں

تاہم اس تمام مقدس کام اور عظیم معجزے کے ساتھ ، جن کے ساتھ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے، بھٹکے ہوئے لوگ مغالطے اور شیطانی فضول باتیں پیش کرنے سے باز نہیں آتے اور جہالت کے علماء، لوگوں پراپنا اثر چھوڑ کر، اور یہ ایسا اثر ہے جو کہ اللہ سے غافل کرنے والا اثر ہے ۔ اسطرح ان لوگوں نے معاشرے میں اپنا ایک مقام بنا لیاہے تا کہ لوگ ہر معاملے میں ان کی پیروی کریں اور ان کی بات مانیں اور یہ کہ وہ اپنی فریب کاری سے ثابت کر سکیں کہ انبیا علیھم السلام کا زھد پاگل پن ہے اور ان کے معجزات جادو ہیں اور ان کی دانش محض شاعری ہے۔

****

---

[25] نوح: 7

دعوتِ موسی علیہ السلام سے روشنیاں

اور جب وہ بھرپور جوان ہوگئے اور وہ سیدھے راستے پر تھے تو ہم نے ان کو دانش اور علم عطا).
(کیا اور ہم اچھے لوگوں کواسی طرح اجردیتے ہیں[26] .

اور تصور کیجیے، جب اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام پر اپنی حکمت اور علم وفضل نازل فرمایا تو ہم بہت کچھ دیکھتے ہیں ۔ اس دارالحکومت کو دیکھتے ہیں جو فرعون کی تھی ۔ یہ بدعنوانی لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی ، اور برائی کا گڑھ تھا ، قتل وغارت اور بدامنی عام تھی کمزور کے لیے کوئی حقوق نہ تھے اور وہ اس ظلم کا شکار بننے کے ساتھ ساتھ ظالم کا ساتھ دینے پر بھی مجبور تھا۔ اور تصور کیجیے، جب حضرت موسی نے دو افراد کو دیکھا جن کے درمیان تنازعہ تھا ایک شخص بنی اسرائیل قوم کا مؤمن تھا جبکہ دوسرا شخص فرعون کی فوج کا ناپاک اہلکار تھا جو کہ بنی اسرائیل کے شخص کی بے عزتی کرنا چاہتا تھا ۔ بنی اسرائیل کے اس شخص نے زیادتی کا نشانہ بننے سے انکار کر دیا جس کا شکار اور بہت سے لوگ ہو رہے تھے اور تنگ کیے جا رہے تھے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے پہل کرکے فرعون کے اہلکار کو شیطان کا ساتھی قراردیا اور قتل کر ڈالا ۔ کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل کو معلوم ہے کہ شیطان اللہ کا اور اللہ کے ماننے والوں کا دشمن ہے اسی طرح یہ ملعون فرعونی تھا ۔ بات فرعون کے دربار تک پہنچی اوریوں حضرت موسی علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ اور اس کے ملعون شیطانی گروہ کے ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا۔

دنیوی اعتبار سے یہ ایک یکطرفہ مقابلہ تھا۔

حضرت موسی علیہ السلام ڈر ڈر کے اور نظر چراتے ہوئے شہر کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ سے ظالموں کے خلاف مدد طلب کرتے ہیں جو کسی مادی فائدے یا زندگی کی طلب کے لیے نہیں تھی کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام جیسے لوگوں کے لیے تو یہ زندگی ایک قید کی طرح ہوتی ہے ۔ ان کا مقصد حق کا جھنڈا (لاالہ الا اللہ) کو بلند کرنا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام نے کلہاڑے سے بتوں کے ٹکڑے نہیں کیے جو کافروں کے عقیدے کی علامت ہیں اس کی بجائے حضرت موسی علیہ السلام نے براہ راست ان لوگوں پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک کو مارڈالا اور دوسرے کو مارنے کو کوشش کی ۔ یہ پہلے کے مقابلے میں بڑا اقدام تھا۔

دس سال کی غیبت حضرت شعیب علیہ السلام کی معیت میں گزارنے کے بعد حضرت موسی علیہ السلام واپس مصر تشریف لائے اس مرتبہ وہ ظالم فرعون کے لیے پیغام لائے اوریہ پیغام تھا (اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں) ارض وسماء کے تھامنے والے نے ان سے فرمایا. (اے موسی ، آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟)[27] اور اللہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے ۔ ایک لاٹھی جو

---

[26] القصص: 14

[27] طہ: 17

یہ کوئی - کہ ان لوگوں کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتی جن پر مادیت کے پردے پڑے ہیں ہتھیار نہ تھا جس سے وہ فرعون کی فوج کا مقابلہ کرتے جو کہ اپنے وقت کے لحاظ سے جدید ہتھیاروں سے لیس تھی۔ لیکن اللہ نے اس معمولی لاٹھی کو ایک اژدہے میں بدل دیا۔ یہ اژدہا اللہ کی طاقت کا حامل تھا اس طاقت کا حامل کہ جس نے زمیں و آسمان کو قائم رکھا ہوا ہے . اور اللہ تعالی . نے حضرت موسی علیہ السلام کے ہاتھ کو سفید چمکدار بنا دیا جو کہ ایک اور علامت ہے

اگرچہ یہ علامات بہت عظیم ہیں مگر حضرت موسی علیہ السلام کی طاقت لاٹھی یا چمکتا ہوا ہاتھ نہیں تھا بلکہ ان کی عظیم طاقت یہ کلمہ تھا کہ (اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں) حضرت موسی علیہ السلام کے لیے یہ علامتیں قدرت کا عظیم کرشمہ تھیں اور حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے پاس یہ پیغام لے کر آئے کہ (اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں) اور اس پیغام نے حضرت موسی علیہ السلام کی نظروں میں فرعون، ہامان اور اس کی فوج کو موسی علیہ السلام کے سامنے ایک مکھی سے بھی حقیر کر دیا تھا جو لوگ در اصل قابل ذکر تک نہ تھے . لہذا حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرعون کی مجلس میں اعلان کیا

ہم تمہارے پاس تمہارے پروردگارکی نشانی کے ساتھ آئے ہیں اور سلامتی ہو اس پر جو حق کی راہ).
پر چلے - ہم پر وحی کر دیا گیا ہے کہ جھٹلانے والے کے لئے عذاب ہے اور اس کے لیے جو اس . [28](پیغام حق سے منہ موڑے

اور ان ظالموں نے اس پر بحث و تکرار شروع کر دی اور اپنی جہالت پر اصرار کرنا شروع کردیا....) کہنے لگے تمہارا خدا کون ہے ؟ --- آج سے پچھلی قوموں کا کیا بنے گا؟........ پھر ملعون کہنے لگا
اے موسی! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو۔ اگر ایسا ہے تو ہم بھی تمہارے مقابلے میں اپنے جادو لے آتے ہیں لہذا ہمارے اور اپنے . [29](مابین وقت کا تعین کر لو جس کی ہم بھی پاسداری کریں گے اور تم بھی مقررہ جگہ پر آؤ گے

فرعون اور اس کی سپاہ مغرور ہو گئے اور اس عذاب کے مستحق ٹھہرے کہ وہ اپنے گناہوں کے سمندر میں غرق ہو گئے تاکہ وہ آج کے دور کے فرعون اور اس کی سپاہ کے لیے سبق آموز ہوں، تو . کیا کوئی ہے جو وعدہ پورا ہونے سے پہلے سبق سیکھنے کے لیے تیار ہو؟

****

---

[28] طہ: 47-48

[29] طہ: 57-58

حضرت موسی علیہ السلام کی دعوت دین کے چند قابل غور نکات

حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کا آغاز فرعون کے فوجی اہلکار کے قتل سے کیا اور یہ ایک انتہائی شدت کا موقف ہے کیونکہ جنگ وجدل پیغام حق (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کو پہنچانے کا عمومی طور پر آخری حربہ سمجھا جاتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ آخر حضرت موسی علیہ السلام نے یہ قدم سب سے پہلے کیوں اٹھایا؟ اس سچ کے پیچھے کچھ وجوہات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

الف: حضرت موسی علیہ السلام کا مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو ظالم تھے اور جن کو لوگوں کی زندگیوں پر اختیار تھا قتل وغارت گری، چوری، لوٹ مار اور ظلم وجبر سے اقتدار پرقابض تھے اس لیے حضرت موسی علیہ السلام کا اقدام قتل عبرت دلانے کے لیے تھا تاکہ فرعون اور اس کے حواری آئندہ سے بہت محتاط ہو جائیں۔

ب: اس اقدام سےقوم بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے حواریوں کے مظالم کے خلاف بغاوت کرنے کا حوصلہ ملا اور وہ لوگ مستقبل کے انقلاب کے تیار ہو گئے جس کے لیے حضرت موسی علیہ السلام واپس مصر تشریف لائے تھے۔

ج: اس عمل نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے خلاف ایک انقلابی شخص کے طور پر پیش کیا اورقوم بنی اسرائیل کے سامنے حضرت موسی علیہ السلام ایک عظیم قائد کے طور پر ابھرے جو انہیں فرعون اور اس کے حواریوں کے مظالم سے بچانے آیا تھا۔

د: اس عمل نے حضرت موسی علیہ السلام کا وہ تصور ختم کر دیا کہ فرعون (لعنت اللہ علیہ) سے ان کو کوئی ہمدردی ہو سکتی ہے اور یہ تاثر شاید اس وجہ سے بھی ہو سکتا تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون کے محل میں پرورش پائی تھی۔

اور جب حضرت موسی علیہ السلام مدیان شہر سے واپس آئے تو تبلیغ کا انداز بدل گیا ۔ آپ نے نرمی صبر سے تبلیغ فرمائی اور فرعون کے حواریوں کو اللہ سے ڈرایا۔ اسطرح آپ یہ چاہتے تھے کہ فرعون اور اس کے ساتھی سیدھے رستے پر چلتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیروی کریں جو کہ مصر کی سابقہ اقوام کے انبیا تھے۔

اس وقت تک حضرت موسی علیہ السلام وہ قانون سازی نہیں لائے تھے جس نے بعد میں حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراھیم علیہم السلام کے لائے گئے قوانین کو منسوخ کر دیا تھا ۔اور یہ قوانین تمام تر کی جانے والی تبد یلیوں اور ترامیم (جو کہ ذاتی مفاد کی خاطر اسرائیلی مذ ہبی پیشواؤں نے کی تھی) کے باوجود فقہ حنفی ہی تھی۔

حضرت موسی علیہ السلام کی دعوت حق کے ساتھ بہت سی آسمانی سزائیں بھی مصر میں آئیں تاکہ فرعون مصر اس کی افواج اور بنی اسرائیل کے بھٹکے ہوئے اور قارون جیسے مغرور لوگ ایمان لائیں ۔ ان میں کچھ سزائیں ایسی تھیں کہ ان کے پانی کے ذخائر خون میں تبدیل ہو گئے اور ان کی کی کہ وہ زرخیز زمینیں مینڈکوں سے بھر گئیں اور انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام سے توسل

اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ ان پر سے یہ عذاب ہٹا لے ۔ اس سب کچھ کے باوجود ایک محدود تعداد (میں لوگ ایمان لائے (اللہ ان ایمان لانے والوں پر راضی ہو۔

اس دعوت حق کے اختتام پر حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی ہجرت ہوئی۔ وہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے شر سے بچنے کے لیے مصر چھوڑ گئے ۔ جب ان دونوں گروہوں میں محاذ آرائی ہوئی توقوم بنی اسرائیل میں خوف پھیل گیا اور جن لوگوں کے ایمان کمزور تھے وہ برملا کہنے لگے " یقیناً فرعون اور اس کے حواری ہم پر غالب آ جائیں گے" مگر حضرت موسی علیہ السلام نے ان کو تنبیہ کی کہ وہ اللہ کے لیے ہجرت کر رہے ہیں جو سب پر غالب ہے " بے شک میرا خدا میرے ساتھ ہے جو میری راہنمائی فرمائے گا "۔

جیسے کہ ایک بینا کی وجہ اس طرح حضرت موسی کی وجہ سے بنی اسرائیل کے لوگ بچ گئے سے سینکڑوں نجات پا جاتے ہیں، اور فرعون اپنے حواریوں سمیت غرق ہو گیا۔

****

دعوتِ عیسی علیہ السلام سے روشنیاں

یہ سچ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر اترنے والا پیغام حق بہت پیچیدہ اور سمجھنےکے لحاظ مشکل ہے کیونکہ یہ ایسے معاشرے میں آیا جس کے بارے میں فرض کیا جاتا ہے کہ اہل ایمان کا معاشرہ تھا اور ان لوگوں کا تصور خدا شرک سے آلودہ نہیں تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو ان مذہبی پیشواؤں کا سامنا تھا جوقوم بنی اسرائیل میں سے تھے اور وہ لوگ مذہبی مباحث اور دلیل دینے کے ماہر تھے۔ ان سب وجوہات کی بنیاد پر حضرت عیسی علیہ السلام کا پیغام کئی لحاظ سے منفرد ہے ۔

راہبانیت

راہبانیت کے سب سے بڑے علمبردار حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے بارہ مریدین تھے ۔ جس چیز کا سب سے زیادہ محاسبہ حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا وہ مرض بنی اسرائیل کے مذ ہبی پیشواؤں میں عام تھا اور یہ دولت مندی کا مرض تھا ۔ یہ لوگ رومی ملحدین کے زیر اثر تھے اور اوراپنے خزانوں کو بھرنے کے علاوہ کوئی شغل نہ تھا، گویا ایک حیوانی زندگی گذارتے جس میں جانور چارہ کی تلاش کے سوا کسی اور چیز کی فکر نہیں کرتے ۔

حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے مریدین نے قوم بنی اسرائیل سمیت تمام لوگوں کو دکھایا کہ کیسے ایک با عمل مذہبی پیشوا جو اللہ سے جڑا ہو دنیا سے کنارہ کرتا ہے اور آخرت کی طرف بڑھتا ہے ۔ خاص طور پر ایسے معاشرے میں جو ظلم سے مغلوب ہو اور ایسے معاشرے میں جس میں غریب آدمی نہ عزت سے کھانا کھا سکتا ہو، اور اخلاقی اور سماجی خرابیوں میں ڈوب جانے کے بعد اس کے پاس ایسا کوئی ایسا درست راستہ نہیں بچتا جس سے وہ روشنی حاصل کرے۔

ایک لحاظ سے حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے مریدین کی راہبانیت ایک انوکھی چیز تھی ۔ یہ خا ص طور پرقوم بنی اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں کے لیے پریشانی کا با عث تھی کیونکہ اس راہبانیت نے دکھا دیا تھا کہ ایک مذ ہبی پیشوا جو لوگوں کی ہدایت کا باعث ہو اس کو کیسا ہونا چاہیئے جو اللہ کا نیک بندہ بھی ہو اور لوگوں کو ظلم سے نجات بھی دلا سکے ۔

اللہ کی عبادت میں خلوص نیت

حضرت عیسی علیہ السلام تشریف لائے تو اس وقت یہود بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے مگر وہ قیصرروم کو خراج پیش کرتے، قانون سازی کے لیے مذہبی پیشواؤں کا سہارا لیتے اور ان کی اندھی ان لوگوں نے مذہبی پیشواؤں کو خدا بنا لیا ہے بغیراللہ اور حضرت مسیح ابن مریم علیہم) تقلید کرتے

السلام کے، اور ان کو کسی بات کا حکم نہیں کیا مگر ایک خدا کی عبادت کا ۔ جس کے علاوہ کوئی (خدا نہیں جو اس سب شرک سے پاک ہے جو یہ لوگ اس کے ساتھ کرتے ہیں[30] ۔

یہ اعمال ہی شرک تھے ۔ ان لوگوں نے نہ صرف جہاد کو چھوڑ دیا تھا بلکہ رومی ملحدوں کے سرزمیں مقدس میں موجود ہونے پر بھی اعتراض نہ کیا ۔ وہ سرزمین جو خدا کو ایک ماننے والوں کی سرزمین تھی ۔ وہ قیصر روم کو جزیہ دیتے اور تو اور انھوں نے رومی بادشاہ قیصر کے ہاتھ مضبوط کر کے ظلم کے ہاتھ مضبوط کیے اور تقیہ نہ کیا۔ اسطرح وہ خدا واحد کی عبادت کو چھوڑ کر بادشاہ کی عبادت میں لگ گئے ۔ اگرچہ وہ دعوی اللہ کی عبادت کا ہی کرتے تھے ۔ مزید برآں وہ اپنے ان مذہبی پیشواؤں کی پیروی کرتے جو اللہ کا رستہ چھوڑ چکے تھے ۔ اور یہ طرز عمل اللہ کی عبادت چھوڑ کر مذہبی راہنما کی عبادت سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ بھٹکے ہوئے پیشوا اللہ کے قوانین کے الٹ چلتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کو بھٹکاتے کہ ان کی پیروی دراصل اللہ کی پیروی ہے اور ان کا حکم نہ ماننا اللہ کا حکم نہ ماننا ہے ۔ ایسی صورتحال میں ان پیشواؤں کی پیروی شیطان کی پیروی ہے ۔ (لعنت اللہ علیہ)۔

اس لیے حضرت عیسی علیہ السلام نے لوگوں کو یہی حقائق واضح طور پر سکھائے، کبھی ان کو اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے کو کہتے، دوسرے موقع پر ان کو ظلم کو جھٹلانے اور اس سے جنگ کرنے کو کہتے، ایک اور موقعہ پر ظلم کی حکومت کے معاشی، فوجی اور میڈیا کے ارکان کو توڑ دینے کا کہا ۔ بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے خود کو بااختیا بنا لیا تھا تا کہ وہ اللہ کے قوانین کے خلاف قانون بنا سکیں حضرت عیسی علیہ السلام نےعام لوگوں کو ایسے لوگوں کے خلاف بغاوت کرنے کا کہا ۔ عیسی علیہ السلام بنی اسرائیل کے ان علماء کے خلاف لوگوں کو اکساتے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے مقابلے میں شریعت نافذ کرنے کا اقتدار دیا، نیز اپنے کو گمراہ کرنے کے بعد لوگوں کو بھی گمراہ کردیا ۔ بجائے اللہ کو عبادت کے لائق جاننے کے وہ لوگوں سے اپنی عبادت کرواتے۔

انصاف اور رحم دلی

رحم اور انصاف کے بغیر زندگی اندھیر ہو جاتی ہے اور صرف ظلم ،نا انصافی ، جبر اور درد رہ جاتا ہے ۔ ظالم انصاف اور رحم کے بغیر جبر کرتا ہے ۔ یہ جبر و ستم ہی فرعون ، نمرود ، قیصر اور انہیں جیسوں کو بااختیاربنائے رکھتا ہے اور یوں شیطانی سربراہی قائم رہتی ہے تاآنکہ یہ لوگ اور ان کے پیروکار جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اور جو بھی ظالم سے انصاف اور رحم کی توقع رکھتا ہے ایسا ہی ہے جیسے مردہ لاش یا گندگی سے خوشبو سونگھنا چاہتا ہو۔

---

[30] التوبہ: 31

یہی وجہ ہے طاقتور ترین ہتھیار جو پیغمبران علیہم السلام کےہاتھوں میں تھا وہ انصاف اور رحم تھا ۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے اسی وجہ سے معاشرے میں رحم دلی اور انصاف کی تبلیغ کی ۔ یہی وہ انصاف ہے جس کی بیخ کنی بنی اسرائیل نے کی اس حد تک کہ وہ خیرات کی رقم تک کو غبن کر لیتے اور مرضی کے مطابق قوانیں گھڑ لیتے ۔ اور یہ وہی رحمت ہے جو کہ ظالموں کے سایہ میں رہتے ہوئے عوام کو مل نہیں رہا تھا حضرت عیسی علیہ السلام نے تو ان لوگوں پر بھی رحم کیا جو قیصر کے لیے ٹیکس کی رقم اکٹھا کیا کرتے تھے تاکہ ان کو اس دردناک اور تاریک انجام سے بچا لیں جس کی طرف وہ قیصر کی پیشوائی میں جا رہے تھے ۔

****

محمد ﷺ سے روشنیاں دعوتِ

حضرت محمد ﷺ کا پیغام حق عام لوگوں کا ہے اور جامع ہے گویا کہ اس پیغام میں سابقہ تمام انبیا علیھم السلام کے پیغامات کو سمو دیا گیا ہو ۔ اور یہ بات آیات کریمہ میں واضح کر دی گئی ہے اور جو کچھ بھی انجیل مقدس تورات اور زبور میں تھا قرآن مجید میں جمع کر دیا گیا ہے ۔ ارشاد باری تعالی الله نے تمھارے لیے جمع کردیا جو کچھ اس نے نوح علیہ السلام پر اتارا اور جس کے ذریعے) ہے لوگوں کو ہدایت دی اور جو کچھ ہم نے ابراھیم علیہ السلام پر اتارا موسی علیہ السلام پر اتارا اور (عیسی علیہ السلام پ اتارا تاکہ دین قائم ہو سکے[31] ۔

معلوم یہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کو تین مختلف مذاہب کے علماء سے نبٹنا پڑا حنفی ، عیسائی اور یہودی اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی مذہب کے ماہر عالم دین سے مقابلہ کرنا کسی بت پرست یا لادین انسان کے مقابلے میں بہت دشوار کا م ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گمراہ علما ء دین الله کے الفاظ کی تشریح اپنے مفاد کے مطابق کر لیتے ہیں ۔ اس اور وہ نظریہ دین کو بھی اپنے مفاد کے مطابق کرلیتے ہیں اور حجتوں کو اور غلط بیانی اپنے باطل عقیدہ ثابت کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں ۔ فتنہ پرور کے پاس دلائل) صاحب فتنہ اپنے فتنے کے سپرد کردیا جائے گا ۔ حدیث شریف کے مطابق ہوتے ہیں جس سے وہ خود کو قائل کر لیتا ہے مگر جب اس کا وقت مقررہ آ پہنچتا ہے تو اس کا یہی فتنہ اس کو آگ میں جلاتا ہے)[32]۔

انہیں وجوہات سے میرا یہ یقین ہے کہ اگر محمدﷺ اسلام کی روشنی نہ پھیلاتے تو کوئی اور نبی ایسا نہ کر سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) وہ کچھ برداشت کیا جو کوئی دوسرا انسان نہیں کرسکتا ۔ گمراہ مذہبی پیشوا اور ظالم لوگ ، جن کا دوسروں کی زندگیوں پ غلبہ تھا آپ کے مقابل تھے ۔ ایک صورتحال میں وہ حضرت علی علیہ السلام کی معاونت سے علمی میدان میں مقابلہ کرتے ۔ ارشاد گرامی ہے (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں) دوسری صورتحال میں طاقت کا مقابلہ کرتے جس میں آپ کی طاقت الله پر کامل یقین اور بھروسہ تھا ۔ جیسا الله پر بھروسہ آپ ﷺ کو تھا کسی کو نہیں ہو سکتا ۔

طائف کے میدان میں تکلیف سے بھرے ہوئے قدموں پر کھڑے، وہ تکلیف جو لوگوں کے پتھراؤ سے ان کا جسم مبارک لہولہان ہوا جاتا تھا وہ الفاظ ادا فرمائے کہ جن کو سن کر آج بھی اہل ایمان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں (اے خدا میں آپ کے حضور اپنی کمزوری کا شکوہ کرتا ہوں ، وسائل کی کمی کا شکوہ کرتاہوں ،اور ان لوگوں کے ظلم کا شکوہ کرتا ہوں جن کی طرف آپ نے مجھے بھیجا۔ اے مظلوموں کے رب آپ میرے بھی رب ہیں، کیا آپ نے مجھے ایسے دشمن کی

---

[31] الشوری: 13

[32] وسائل الشیعہ (آل البیت): ج12 ص198 ح8

طرف بھیج دیا ہے جو مجھ پر حاوی ہے ۔ یا یہ دور والے جو میری بات کو ظلم سے سنتے ہیں ۔ اس کے باوجود اگر آپ مجھ سے راضی ہیں تو مجھے کوئی پروا نہیں)[33] ۔

حضرت محمد ﷺ کوئی پروا نہیں کرتے جب اللہ کی راہ میں وہ ناہنجار لوگ اپنے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیتے ہیں تا کہ وہ آپ کو پتھر ماریں اور لہولہان کردیں، اور اللہ کے رستے میں کمزور کردیں ۔ آپ اس وقت بھی پروا نہیں کرتے جب لوگ آپ کو جھٹلا دیتے ہیں ۔ مگر جب لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو بہت کوفت ہوتی ہے کیونکہ آپ ان لوگوں کو آگ کی طرف جاتے دیکھتے ہیں ۔

اسطرح حضرت محمد ﷺ نے تبلیغ فرمائی ۔ ایک وقت میں حکمت اور اچھے مواعظ کے ساتھ جبکہ دوسرے وقت میں منطقی دلائل سے ساتھ، اور کسی وقت میں کفار کے ساتھ جنگ وجدل کے ذریعے ان سب تئیس برسوں میں نہ آپ کو آرام ملا نہ ہی نرمی کی گئی ۔ یہ عرصہ تبلیغ دین ۔ حق کا پیغام دیا ، دلائل ، جھگڑوں اور اللہ کی طرف دعوت کا دور تھا اور وہ بھی آخری سانس تک ۔ اپنے آخری ایام میں بھی حضرت علی علیہ السلام اور حضرت العباس علیہ السلام کا سہارا لے کر جاتے اور لوگوں کو حضرت اسامہ بن زید کے لشکر میں شمولیت کی دعوت دیتے ۔ اس دوران اللہ کی بندگی اور فرائض کی ادائیگی بھی کرتےرہے حتی کہ رب جلیل سورہ طاحا میں ارشاد کرتا ہےَ (طہ * ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ پریشانی کا باعث بنے)[34] دنیا میں بھی سخاوت اور بے رغبتی کرتے رہے ۔ فرمایا (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرے پاس اتنے جانور ہوتے جتنے تہامہ[35] میں درخت ہیں تو میں سب تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا تاکہ تم لوگ مجھے غلط نہ گردانتے)۔

اگرچہ مال غنیمت بہت ہوتا مگر آپ ﷺ نہایت معمولی حصہ لیتے یہاں تک کہ امہات المومنین بی بی حفصہ اور بی بی عائشہ نے کم ہونے کی شکایت پیش کی ۔ اور قرآن کریم کا مشہور حکم بھی اسی سلسلے میں نازل ہوا[36]۔

اگر آج ہم مسلمان حضرت محمد ﷺ کی سنت کے دسویں حصے پر بھی عمل کر لیں تو اسلام دنیا کی طاقت بن جائے ۔

اور آپ کے پیغام میں تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کی ہدایات کا خلاصہ تھا ۔ لوگوں سے نرمی اور شفقت سے پیش آنا، پھر سختی اور دل میں بغیر نرم گوشہ کے ساتھ حملہ، بت شکنی کرنا اور اللہ کے دشمنوں کو مارنا، لوگوں کو اللہ کی طرف سے تکلیف کی وجہ سے اس دنیا میں بھی اور زندگی بعد الموت کا بھی ڈرنے کا حکم دینا ۔ حضرت محمد ﷺ ایمان لانے والوں کے لیے سراپا شفقت اور محبت تھے جبکہ ایمان نہ لانے والوں کے لیے آپ کے دل میں نرم گوشہ نہ تھا، اور اسی ترازو حق کو

---

[33] بحار الانوار: ج19 ص22

[34] طہ: 21

[35] تہامہ: مکہ اور اس کے آس پاس علاقہ کا پرانہ نام ہے، اس بات کی تشریح اگلے لٹریچر میں ان شاء اللہ کریں گے

[36] اس سے سورت التحریم کی آیات مراد ہیں جن میں نبی کی ازواج کا ذکر ہے

ایسی شخصیت ۔ حضرت محمد ﷺ جیسے عظیم شخصیت کی ہی ضرورت تھی اٹھانے کیلئے صرف جس کے ایک ہاتھ میں جہنم اور دوسرے میں جنت تھی تاکہ آپ لوگوں کو دکھا کر حق و باطل کا فرق سمجھا سکیں - تا کہ ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے سکیں اور ایمان نہ لانے والوں کو اور ہم نے اس قرآن کو سچائی کے ساتھ اتارا ہے اور سچائی کے) ۔ جھکجھوڑ سکیں اور ڈرا سکیں [37](ساتھ اترا - اور ہم نے آپ کو خوشخبری سنانے والا اورڈرانے والا بناکر بھیجا ہے

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جس نے اپنے بندے پر کتاب) اللہ پاک نے یہ بھی ارشاد فرمایا ۔ نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑپن نہیں رکھا ۔ سیدھی کتاب ہے، اس میں ایمان نہ لانے والوں کے ۔ [38](لیے خوفناک سزا کاحکم ہے اور ایمان لانے والوں کے بہترین انعامات کا ذکر ہے

سب سے اہم نقطہ جو حضرت محمد ﷺ کی دعوت حق میں ہے وہ پیغام الہی کا خاتمہ ہے۔ وقت آچکا ہے کہ جو تبلیغ، انتباہ اور وعدہ جو کہ اللہ کے پیغبر لے کر آئے اس کے پورا ہونے کا وقت آچکا ہے ۔ اور ان وعدوں پر عمل درآمد کرانے والے امام مہدی علیہ السلام ہیں جو محمد ﷺ کے نسب سے ہیں (اور جو وعدہ اللہ نے تمام انبیا کرام علیہم السلام سے کیا تھا قریب آچکا ہے اور جو وعدہ اللہ ۔ نے ابلیس (لعنت اللہ علیہ) سے کیا تھا وہ قریب آ چکا ہے اور یہ ابلیس کے خاتمے کا دن ہو گا

ارشاد باری تعالی ہے

[39](اللہ کا وعدہ آ چکا لہذا جلدی نہ مچاؤ وہ اس شرک سے پاک ہے جو اس کے ساتھ کیا جاتا ہے

یہ بھی فرمایا

[40](لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ چکا ہے جبکہ وہ غفلت میں ہیں منہ پھیر کر کھڑے ہیں

یہ بھی ارشاد فرمایا

وقت آ پہنچا ہے جب چاند ٹکڑے ہو جائے گا اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے)۔ ہیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے)[41]۔

آخر میں، میں یہ کہوں گا کہ پیغمبران علیہم السلام کی ہدایات میں بہت کچھ ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تاکہ امام مہدی علیہ السلام کے حمایتی بن سکیں اور ان کے دشمن نہ بنیں ۔ پیغمبران علیہم السلام کی دعوت میں سچائی ہے اور یہ سچائی کی جنگ امام مہدی علیہ السلام کے ماننے والوں نے لڑنی ہے یہ جنگ ہے ، جدوجہد ہے ، سخت مشکل ہے اور جہاد ہے ، قتل و غارت گری ۔ ہے اور ایسا درد ہے جو کہ شاید جسم کی حدود سے آگے نکل جائے

---

[37] الاسراء: 105

[38] الکہف: 21

[39] النحل: 1

[40] الانبیاء: 1

[41] القمر: 21

اس میں بے عزتی اور بے توقیری ہے ۔ حمایت کی کمی ہے اور درد ہے ، دکھ ہے اور تکلیف ہے ۔
[42](حتی کہ پیغمبر اور ان کے ساتھی بھی یہ کہتے ہیں اللہ کی فتح کب ہے؟ یقیناً اللہ کی فتح قریب ہے ۔)

****

---

[42] البقرہ: 214

مخففات

علیہ السلام / علیہا السلام - اللہ اس پر رحمت فرمائے

علیہم / علیہن السلام :اللہ ان سب پر رحمت فرمائے

صلی اللہ و علیہ والہ: اللہ ان پر اور ان کی اولاد پردرود بھیجے

سبحانہ و تعالی : خداوند وتعالی کی تعظیم / کی پاکی بیان کرتے ہیں اور بلند ہو۔

عزوجل:باعزت اور غالب ہو

(--) اہل بیت علیہم السلام سے روایت

)---(حوالہ قرآن حکیم

* *